قرائنی شہادت کی شرعی حیثیت
اور عصر حاضر کے تناظر میں اس کی اہمیت

مقالہ نگار: ڈاکٹر سید از کیاء ھاشمی پروفیسر گورنمنٹ ڈگری کالج مانسہرہ

ذیلی عنوانات:

نمبرشمار	نام عنوان	نمبرشمار	نام عنوان
1	قرائن کی بنیاد پر فیصلہ قرآن حکیم کی رو سے	2	قرائن کی بنیاد پر فیصلہ سابقہ شرائع میں
3	قرائن کی بنیاد پر فیصلہ فقہاء کی نظر میں	4	قرائن کی اہمیت اور ابن قیم وغیرہ کا مسلک
5	عصر حاضر میں قرائنی شہادت کی اہمیت اور اس کی شرعی حیثیت	6	حدود میں قرائنی شہادت کی اہمیت اور اس کی شرعی حیثیت
7	ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعے شہادت	8	شراب نوشی میں قرائنی شہادت
9	کیمیکل ایگزامی نیشن کے ذریعے شہادت	10	سرقہ میں قرائنی شہادت
11	قتل میں قرائنی شہادت	12	پوسٹ مارٹم کے ذریعے شہادت
13	فنگر پرنٹس کے ذریعے شہادت	14	تربیت یافتہ کتوں کے ذریعے شہادت

عصر جدید میں واقعات کی صحت وصداقت اور شہادتوں کی جانچ پڑتال اور پرکھنے کے لئے جو ذرائع اور وسائل ایجاد ہو چکے ہیں، اثبات حق اور قیام عدل کے لئے ان سے استفادہ انتہائی ضروری ہے کیونکہ شریعت کا مقصود ومنشاء ہی قیام عدل ہے(**و انزلنا معھم الکتب والمیزان لیقوم الناس بالقسط**) اسلام کے قانون شہادت میں قرائن قاطعہ یا شہادت حالی (Circumstancial Evidence) کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔فقہاء نے اس کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

"**القرینہ القاطعة ھی الامارة البالغة حد الیقین** "(ایسی نشانی یا علامت جو حد یقین تک پہنچنے والی ہو) یہ ایسی ناقابل تردید شہادت ہوتی ہے جو حالات وواقعات سے اس طرح مستنبط ہوتی ہے کہ اس کے خلاف کوئی اور نتیجہ نکالنا مشکل ہوتا ہے۔

جدید دور میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کے نتیجہ میں قرائن میں بڑی وسعت پیدا ہوگئی ہے مثلاً پوسٹ مارٹم، ہاتھوں کے نشانات

(Finger Prints) پاؤں کے نشانات بالوں کا تجزیہ ویڈیو اور آڈیو کیسٹ کے ذریعے تصاویر اور آوازوں کی ریکارڈنگ اشیاء کا کیمیاوی تجزیہ، ایکسریز، D.N.A ٹیسٹ تحریروں کی شناخت، فوٹوسٹیٹ کے ذریعے دستاویزات کی نقول وغیرہ ذرائع شہادت میں انتہائی مؤثر کردار ادا کرتی ہیں۔

اس مسئلہ کا قرآن وسنت اور فقہاء کی آراء کی روشنی میں جائزہ لینا ضروری ہے کہ کیا قرآن وسنت میں قرائن کی شہادت کو تسلیم کیا گیا ہے؟ اس سلسلے میں فقہاء کی آراء کیا ہیں؟ موجودہ دور میں سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کی وجہ سے قرائن میں جو اضافہ ہوا ہے کیا ان کی بنیاد پر فیصلہ کرنے کی گنجائش شریعت میں موجود ہے کہ نہیں؟ کیا عینی شہادت میسر نہ ہونے کی صورت میں محض قرائن کی بنیاد پر فیصلہ کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ کیا قرائن شریعت میں مستقل ذریعہ ثبوت یا ان کی حیثیت معاون ثبوت کی ہے کہ محض تقویت شہادت کے لئے ان سے استفادہ کیا جا سکتا ہے یہ سوالات اہل علم ومحققین کے لئے انتہائی اہم اور غور طلب ہیں؟ راقم نے اس مقالہ میں قرآن وسنت اور فقہاء کی آراء کی روشنی میں اپنا نقطہ نظر پیش کیا ہے جس کی حیثیت محض طالبعلمانہ بحث کی ہے اور اہل علم کو اس سے اختلاف کا حق حاصل ہے۔ اس موضوع پر بحث وتحقیق ہی کے ذریعے کسی متفقہ نتیجہ تک پہنچا جا سکتا ہے۔

قرائن کی بنیاد پر فیصلہ قرآن حکیم کی رو سے:

۱۔ قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کے کردار کی برأت کے لئے کوئی ظاہری شہادت موجود نہ تھی اس کے لئے قرائنی شہادت ہی کی تجویز پیش کی گئی،

"ان كان قميصه قد من قبل فصدقت وهو من الكذبين وان كان قميصه قد من دبر فكذبت وهو من الصادقين فلما راقميصه قد من دبر قال انه من كيدكن ان كيدكن عظيم .يوسف اعرض عن هذا واستغفرى لذنبک انک كنت من الخاطئين) (ان کا کرتہ اگر آگے سے پھٹا ہوا ہے تو عورت سچی ہے اور یہ جھوٹے ہیں اور اگر وہ کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو عورت جھوٹی اور یہ سچے ہیں سو جب ان کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا تو کہنے لگا کہ یہ تم عورتوں کی چالاکی ہے۔ بے شک تمہاری چالاکیاں بھی غضب کی ہوتی ہیں، اے یوسف! اس بات کو جانے دو اور اے عورت! تو اپنے قصور کی معافی مانگ، بے شک سر تا سر تو ہی قصوروار ہے)۔

قرآن حکیم نے قرائن شہادت کی بنیاد پر اس فیصلہ کو درست تسلیم کیا۔

۲۔ حضرت یعقوبؑ نے یوسفؑ کی خون آلود قمیص دیکھ کر بغیر کسی چشم دید گواہ کے برادران یوسف کو ملزم ٹھہراتے ہوئے فرمایا **"بل سولت لكم انفسكم امرا"** (تمہارے دل نے ایک بات بنالی ہے) علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یعقوبؑ نے قمیص کے صحیح سالم ہونے کی وجہ

سے ان کی جھوٹ پر استدلال کیا اور یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے فرمایا "**متی کان هذا الذئب حلیما یا کل یوسف ولا یخرق القمیص**" (بڑا صابر بھیڑیا تھا کہ یوسف کو تو کھا گیا مگر قمیص کو پھاڑا تک نہیں)۔

قرائن کی بنیاد پر فیصلہ سابقہ شرائع میں:

صحیح مسلم میں ایک حدیث ہے کہ دو عورتوں کے درمیان ایک بچے کے بارے میں تنازعہ ہوا ان میں سے ہر ایک اسے اپنا بیٹا جتلاتی تھی، حضرت سلیمان کے سامنے ان کا مقدمہ پیش ہوا تو انہوں نے فیصلہ دیا کہ بچے کے دو ٹکڑے کر کے ہر ایک کو ایک ایک ٹکڑا دے دیا جائے یہ سن کر حقیقی والدہ پکار اٹھی کہ یہ بچہ دوسری عورت کا ہے حضرت سلیمان سمجھ گئے کہ یہ بچہ اسی عورت کا ہے آپ نے اس کے حق میں فیصلہ کر کے بچہ اسے دلوا دیا۔ اس واقعہ میں بھی فیصلہ قرائن کی بنیاد پر کیا گیا۔

قرائنی شہادت پر فیصلہ سنت نبوی میں:

سنت نبوی میں متعدد ایسی مثالیں ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے قرائن کی بنیاد پر فیصلہ فرمایا مثلاً

ا۔ ایک موقع پر ایک بچے کی ولدیت کے بارے میں آپؐ نے یہ فیصلہ دیا کہ اگر اس کی شکل وصورت واعضاء ایسے ہوں تو وہ شریک کا بیٹا ہوگا اور اگر ایسے ہوں تو ہلال بن امیہ کا۔ غزوۂ بدر میں معوذ اور معاذ دونوں بھائیوں میں سے ہر ایک ابو جہل کو قتل کرنے کا مدعی تھا آپ ﷺ نے ان کے درمیان قرائن کی بنیاد پر فیصلہ فرمایا ان سے آپؐ نے سوال کیا۔ کیا انہوں نے تلواریں تو صاف نہیں کیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ نہیں، آپؐ نے فرمایا تلواریں لاؤ، تلوار دیکھ کر آپؐ نے ایک تلوار کے متعلق ارشاد فرمایا، هذا اقتله (اس تلوار نے اسے قتل کیا ہے، پھر ابو جہل کا سامان اس تلوار کے مالک کو دے دیا۔

۳۔ عہد نبوت میں ایک شخص نے اپنی بیوی کے بطن سے پیدا ہونے والے بچے کے متعلق شبہ ظاہر کیا کہ وہ ولد الزنا ہے کیونکہ اس کی صورت سیاہ رنگ کی ہے جب کہ اس کے خاندان میں کوئی شخص بھی سیاہ رنگت کا نہیں، آپ ﷺ نے پوچھا، کیا تمہارے پاس اونٹ ہے، اس نے عرض کیا جی ہاں، آپؐ نے پوچھا ان کی رنگت کیا ہے کہنے لگا، سرخ رنگ کے ہیں، آپؐ نے فرمایا کیا ان میں سیاہی مائل بھی ہیں اس نے عرض کیا جی ہاں آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیسے ہو گیا، کہنے لگا اراہ عرق نزعه کہ میرا خیال ہے کہ اس نے کوئی رگ کھینچ لی ہوگی، تو آپ ﷺ نے فرمایا ممکن ہے تیرے لڑکے نے بھی کوئی رگ کھینچ لی ہو۔

۴۔ آپ ﷺ کے سامنے نعیمان یا ابن النعیمان کو اس حالت میں پیش کیا گیا کہ وہ نشے کی حالت میں تھا آپ نے اسے حد مارنے کا حکم دیا چنانچہ اسے چھڑیوں اور جوتوں سے مارا گیا اور چالیس ضربیں پوری کی گئیں، واضح رہے کہ شراب کی حد عموماً قرائن کی بناء پر لگتی ہے اور کسی شخص کا نشہ کی حالت میں ہونا شراب پینے کا ایک قرینہ ہے۔

قرائن کی بنیاد پر فیصلہ فقہاء کی نظر میں:

متعدد مسائل میں فقہاء قرائن کی بنیاد پر فیصلہ کو درست قرار دیتے ہیں، ابوالحسن علی بن خلیل طرابلسی نے معین الحکام میں ۲۴ ایسے مسائل ذکر کئے ہیں جس میں قرائن کی بنیاد پر فیصلہ دینے میں فقہاء متفق ہیں، ابن قیم نے "الطرق الحکمیہ" میں بھی متعدد مثالیں ذکر کی ہیں، ان قرائن میں سے اہم یہ ہیں۔

مثلاً شراب کی بو منہ سے آنا یا شراب کی قے یا نشہ شراب نوشی کا واضح قرینہ ہے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے قرینہ ظاہرہ پر اعتماد کرتے اس شخص پر حد نافذ کرنے کا حکم دیا تھا جس کی منہ سے شراب کی بو آرہی ہو یا جس نے شراب کی قے کی ہو۔

کسی ایسی عورت کا حمل ظاہر ہونا جس کا کوئی شوہر ہونہ ہی آقا تو یہ زنا کیلئے واضح قرینہ ہے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے اور ان کے ساتھ دیگر صحابہؓ نے اس عورت کے رجم کا حکم دیا تھا جس کا حمل ظاہر ہو گیا تھا، اس کا نہ کوئی شوہر تھا اور نہ کوئی آقا۔ **و قد حكم امير المؤمنين عمر بن الخطابؓ والصحابةؓ معه برجم المرأة التي ظهر بها حمل ولا زوج لها ولا سيد (١٥)**

ملزم سے مال مسروقہ کا برآمد ہونا بھی واضح قرینہ ہے جو ثبوت کی دیگر صورتوں گواہی اور اقرار دونوں کے مقابلے میں قوی تر ہے، اس طرح مقتول جو خون میں لت پت پڑا ہوا اور ایک شخص اس کے سر پر چھری لئے کھڑا ہو بالخصوص جب کہ وہ شخص مقتول کے ساتھ اپنی دشمنی کے لئے بھی مشہور ہو تو اس صورت میں اسی شخص کو قاتل ٹھہرایا جائے گا، قرینہ کی بناء پر حکم لگانے کی یہ مثال بھی فقہاء نے ذکر کی ہیں اگر ہم کسی ایسے شخص کو دیکھیں جس کی عادت ننگے سر پھرنے کی نہیں کہ وہ ننگے سر جا رہا ہے اس کے سامنے ایک اور شخص پگڑی باندے ہوئے اور ایک پگڑی ہاتھ میں لئے بھاگ رہا ہے تو ہم یہ فیصلہ کر دیں گے کہ بھاگنے والے شخص کے ہاتھ میں جو پگڑی ہے وہ قطعی طور اس شخص کی ہے جو ننگے سر ہے۔ یہاں ہم قرینہ ظاہرہ کی بناء پر یہ فیصلہ دیں گے جو دوسرے ہر قسم کے ثبوت اور اعتراف سے کہیں زیادہ قوی طریقہ ثبوت ہے، مدعی علیہ قسم اٹھانے سے انکار کر دے تو فیصلہ مدعی کے حق میں کیا جائے گا جسے قضاء بالنکول کہا جاتا ہے، کیونکہ مدعی علیہ کا قسم سے انکار دعوی کی صداقت کا واضح قرینہ ہے جس کی بناء پر فیصلہ مدعی کے حق میں کیا جائے گا۔

اگرچہ متعدد مسائل میں فقہاء قرائنی شہادت کو تسلیم کرتے ہیں مگر جمہور فقہاء مثلاً شوافع، احناف اور حنابلہ حدود میں قرائن کو بطور دلیل تسلیم نہیں کرتے کیونکہ شریعت کا منشاء یہ ہے کہ دم اور حدود کے معاملات میں احتیاط برتی جائے اور حدود، شبہات کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں جیسا کہ شریعت کا اصول ہے اس سلسلے میں وہ کچھ احادیث سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ ایک ایسی عورت کے متعلق جس کا بدکار ہونے کے بارے میں قرائن واضح طور پر شہادت دے رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا، (اگر میں گواہوں کے بغیر کسی کو رجم کر سکتا تو میں فلاں عورت کو ضرور رجم کر دیتا کیونکہ اس کی باتوں سے اس کی ہیئت سے اور جن لوگوں کے پاس آمد و رفت ہے ان تمام باتوں سے ظاہر

ہوتا ہے کہ وہ زانیہ ہے۔)

باوجود واضح قرائن کے آپ ﷺ نے اس عورت پر حد جاری نہیں فرمائی۔

اس طرح احمد اور ابوداؤد نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے شراب پی اور نشہ کی وجہ سے راستے میں جھوم رہا تھا لوگ اسے رسول ﷺ کی طرف لے گئے جب وہ حضرت عباسؓ کے مکان تک پہنچا تو جان چھڑا کر ان کے گھر داخل ہو گیا اور ان کے پاس پناہ لے لی۔ حضور ﷺ کے سامنے اس واقعہ کا ذکر کیا گیا تو آپ ہنس پڑے اور فرمایا، کیا اس نے ایسا کیا تھا؟ پھر اس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں دیا۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے قرینہ کے باوجود حد جاری نہیں فرمائی۔

حنابلہ میں سے ابن قیم اور ابن تیمیہ اور احناف میں سے ابن الغرس اور مالکیہ میں سے ابن فرحون اور ابن جزی حدود میں بھی قضاء بالقرائن کو درست سمجھتے ہیں اور مالکیہ کا بھی عموماً یہی مذہب ہے احناف کے نزدیک بھی حد خمر جاری کی جائے گی مثلاً کوئی شخص نشے کی حالت میں ہو اور اس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی ہو تو اس قرینہ کی بناء پر حد جاری کی جائے گی۔

اس سلسلے میں ان کا استدلال قرآن حکیم میں مذکورہ قصہ یوسفؑ سے ہے جس میں حضرت یعقوبؑ نے برادران یوسف کے کذب پر یوسف کے صحیح سالم قمیص سے استدلال کیا اور عزیز کی بیوی کے الزام سے ان کی برائت ایک قرینہ سے ہوئی نیز وہ بعض روایات و آثار سے بھی استدلال کرتے ہیں۔ مثلاً حضرت عمرؓ کا ایک شخص کو نشہ کی حالت میں دیکھ کر حد جاری کرنا اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا شراب کی بو سونگھ کر ایک شخص پر حد جاری کرنا وغیرہ۔

قرائن کی اہمیت اور ابن قیم وغیرہ کا مسلک:

اسلامی قانون شہادت کی رو سے زنا کے جرم کے ثبوت کیلئے چار گواہوں کی گواہی ضروری ہے۔ دیگر دیوانی اور فوجداری جرائم کے ثبوت کے لئے دو گواہ درکار ہیں۔ اور مقدمات مالی میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کو کافی سمجھا جاتا ہے۔

قرآن حکیم میں اگر چہ شہادت کا یہ نصاب مقرر ہے مگر بقول ابن قیم قرآن وسنت میں کہیں بھی یہ حکم موجود نہیں کہ جب تک (زنا کے علاو،) دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں نہ ہوں تو شہادت تسلیم نہیں کی جائے گی اور نہ ہی نصوص قرآن وحدیث سے یہ لازم آتا ہے کہ اس سے کم ہونے کی صورت میں ان کی شہادت پر کوئی فیصلہ نہ کیا جائے گا۔

جیسا کہ محض شراب کے بو اور نشہ کی حالت کو حضرت عمرؓ اور ابن مسعودؓ نے حد کے لئے کافی سمجھا ہے۔

عہد نبوت اور خلافت راشدہ میں متعدد ایسے واقعات پیش آئے جن میں گواہوں کی تعداد مقررہ نصاب شہادت سے کم تھی بعض مقدمات میں صرف ایک ہی گواہی دستیاب تھی اس پر آپؐ نے ایک گواہ کے ساتھ مدعی سے قسم لے کر مقدمہ کا فیصلہ کر دیا۔

صحیح مسلم میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ (رسول اکرم ﷺ نے مدعی کی قسم اور ایک گواہی کی بناء پر فیصلہ فرمایا۔) ان رسول الله قضی بیمین و شاهد.

اسی قانون کے مطابق حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت علیؓ، اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فیصلے کئے۔

فقہاء کے نزدیک بوقت ضرورت ان شہادتوں کو بھی تسلیم کیا جائے گا جنہیں عام حالات میں قبول نہیں کیا جاتا مثلاً خود قرآن حکیم میں اس کی اجازت ہے کہ دوران سفر اگر وصیت ضروری ہو جائے تو بوقت ضرورت دو غیر مسلموں کی گواہی کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔ اس سے یہ اصول سامنے آتا ہے کہ بوقت ضرورت اثبات حق اور اظہار حق کے لئے مقررہ معیار شہادت کے علاوہ معیار اور دیگر ذرائع کو بھی ملحوظ خاطر رکھا جا سکتا ہے۔ چونکہ شہادت کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ دعویٰ کی صداقت پر ثبوت واضح ہو جائے اور اگر مقررہ نصاب شہادت کے علاوہ کسی اور ذریعے سے وہ ثبوت حاصل ہو جاتا ہے تو فقہاء کے نزدیک اس کا اعتبار ہے کہ زیلعی نے "شرح کنز" میں حضور علیہ ﷺ کی حدیث روایت کی ہے۔

(شهادة النساء جائزة فيما لا يستطيع الرجال النظر اليه .(۳۰) تنہا عورتوں کی گواہی صرف ان معاملات میں جائز ہے جنہیں مرد نہیں دیکھ سکتے)۔

تمام فقہی مذاہب میں اس گواہی کو بالاتفاق قبول کیا گیا ہے۔ "مجلۃ الاحکام العدلیہ" (جو فقہ حنفی کی قانونی دفعات کا اہم مجموعہ ہے) میں ہے کہ معاملات مال میں ان چیزوں کے متعلق جنہیں مرد معلوم نہیں کر سکتے تنہا عورتوں کی گواہی قبول کی جائے گی۔

ابن قیم کے نزدیک حقوق کے تحفظ اور دفع مظالم کے لئے قرائنی شہادت پر فیصلہ دینا ضروری ہے چاہے مقررہ نصاب شہادت بھی موجود نہ ہو وہ لکھتے ہیں، اگر قاضی قرائن کو بالکل نظر انداز کرتا ہے تو بہت سے ایسے لوگوں کے حقوق برباد اور ضائع ہو جائیں گے جن کے پاس عینی گواہ تو موجود نہ ہوں لیکن قرائن اور واقعاتی شواہد ان کے حق میں موجود ہیں۔ اگر قاضی بے احتیاطی کرتا ہے اور قرائن کے قطعیت اور ظنیت کا جائزہ لئے بغیر فیصلہ دیتا ہے تو اس طرز عمل سے ظلم و فساد کا اندیشہ ہے۔

آگے لکھتے ہیں: "اگر قاضی کو اللہ کی مقرر کردہ حدود کے علاوہ دوسرے مقدمات کے موقع پر گواہی کی سچائی معلوم ہو جائے تو ایک مرد کی گواہی پر فیصلہ دے سکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حکام پر یہ لازم قرار نہیں دیا کہ وہ بغیر دو گواہوں کے بالکل ہی فیصلہ نہ کریں البتہ حقدار کا حق محفوظ رہنا ضروری ہے یہ حق خواہ دو گواہوں کے ذریعے محفوظ ہو خواہ ایک مرد اور دو عورتوں کے ذریعے، مگر اس حد بندی سے یہ ظاہر نہیں ہوتا ہے کہ حاکم ایک گواہی پر فیصلہ نہیں دے سکتا کیونکہ رسول ﷺ نے ایک گواہ اور ایک قسم بلکہ صرف ایک گواہ کے ساتھ بھی فیصلہ فرمایا ہے۔

وہ اپنی اس رائے کی تائید میں ابن تیمیہؒ کے اس قول سے بھی استناد کرتے ہیں، کہ قرآن حکیم میں دو مرد اور دو عورتوں کا ذکر اس لئے نہیں

کیا گیا کہ فیصلہ کرنے والے اس کے پابند ہیں بلکہ صرف اس لئے کیا گیا ہے کہ اتنے گواہوں سے حق دار کا حق محفوظ رہتا ہے۔

وہ مزید لکھتے ہیں،۔ ان الشارع لم یقف الحکم فی حفظ الحقوق علی شهادة ذکرین لا فی الدماء ولا فی الاموال ولا فی الفروج بل قدحد الحلفاء الراشدون فی الزناء بالحبل و فی الخمر بالرائحة و کذالک اذا وجدالمسروق عند السارق کان اولیٰ بالحد من ظهور الحبل و الرائحة فی الخمر (شارع نے حقوق کے تحفظ کا دارومدار صرف دومرد گواہوں پر نہیں رکھا نہ خون کے معاملے میں، نہ مال کے مقدمے میں اور نہ حد کے بارے میں بلکہ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام نے حمل کی وجہ سے حد زنا جاری کی اور صرف بو کی بناء پر حد خمر لگائی۔

اسیطرح شراب کی قے پر حد جاری کی۔ اسلئے ہم کہتے ہیں کہ جب چور کے قبضے سے چوری کا مال جوں کا توں برآمد ہو جائے اور چوری سے بدنام بھی ہو تو اسے حد لگائی جائے گی بلکہ یہ حمل اور شراب کی بو سے بھی زیادہ ظاہر ہے (کیونکہ حمل میں ممکن ہے کہ عورت سے جبر کیا گیا ہو اس طرح شراب کی بو مال مسروقہ کے برآمد سے بہت کم درجے کی چیز ہے۔

ابن قیم گواہی کی اس تعریف کو راجح قرار دیتے ہیں کہ جو چیز حق بات کو ثابت کردے وہی گواہی ہے۔ حدیث میں ہے البینة علی المدعی والیمین علی من انکر (ثبوت کا بار مدعی پر ہے اور مدعا علیہ پر قسم ہے)، کی توجیہ میں لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ نے لفظ بینہ فرمایا ہے جس کے معنی ظاہر کرنے والی چیز ہے۔ بینہ ہر وہ چیز جو حق کو ظاہر اور ثابت کردے اور قرآن وحدیث میں اس سے یہی معنی مراد لئے گئے ہیں۔ جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے کہ لقد ارسلنا رسلنا بالبینٰت (۳۷)، قل انی علی بینة من رّبی (۴۰)، وما تفرق الذین اوتو الکتاب الا من بعد ما جآء تهم البینات (۲۹)، ام اتیناهم کتابا فهم علی بینة منه (۴۰)۔

ان آیات میں لفظ بینہ یا بینات روشن دلیل یا ظاہر حق یا دلیل حق کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک مدعی سے سوال کیا الک بینة (کیا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے؟) تو اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بینہ سے مراد ہر وہ دلیل ہے جو دعوی کو ثابت کردے خواہ اس کی حیثیت گواہ کی ہو یا کوئی دوسری چیز ہو (جس سے ثبوت ملتا ہو) گویا ثبوت کسی ایک معین چیز پر موقوف نہیں جیسا کہ فقہاء نے اسے صرف دو گواہ یا ایک گواہ اور قسم کے ساتھ خاص کردیا ہے، مزید لکھتے ہیں کہ عینی شہادت، تحریری شہادت، قسم، اقرار اور ہر قسم کی واقعاتی شہادت غرض یہ سب چیزیں بینہ کی حیثیت رکھتے ہیں، اور ان میں سے ہر ایک گواہ کے قائم مقام ہے۔ اس لئے اگر کسی مقدمے میں عینی گواہوں کی مقرر کردہ تعداد میں کمی ہو یا بالکل گواہ نہ ہوں تو اس وقت کسی بھی قسم کی بینہ کو جو یقین کا فائدہ دیتا ہو قبول کیا جائے گا۔ اور اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ ابن قیم "الطرق الحکمیه" میں اسی مضمون کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ، فالبینة اسم لکل ما یبین الحق و یظهره و خصّها بالشاهدین او الاربعة او الشاهد لم یوف مسماها حقه ولم تات البینة قطّ فی القرآن مرادابها الشاهدان و انما اتت مرادا بها الحجة والدلیل ولبرهان مفردةو

مجموعة و كذالک قول النبی ﷺ البینة علی المدعی المراد به ان علیه ما یصح دعوه لیحکم له و الشاهدان من البینة و لا ریب ان غیره من انواع البینة قد یکون اقوی منها کدلالة الحال علی صدق المدعی فانها اقوی من دلالة اخبار الشاهد (۴۲) (بینہ ہر اس دلیل کو کہتے ہیں جو حق کو واضح اور ظاہر کرتی ہے جو لوگ اسے دو گواہوں یا چار گواہوں یا ایک گواہ کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں وہ اس لفظ کا پورا حق ادا نہیں کرتے۔ قرآن حکیم میں بینہ کا لفظ کسی جگہ بھی گواہوں کے معنی میں استعمال نہیں ہوا بلکہ حجت، دلیل اور برہان کے معنوں میں آیا ہے خواہ کوئی چیز انفرادی طور پر دلیل ہو یا کئی چیزیں مل کر دلیل بنی ہوں۔ اسی لئے نبی ﷺ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ مدعی ایسے دلیل اور ثبوت پیش کرے جس سے اس کے دعوی کی صحت وصداقت ثابت ہوتی ہو۔ دو گواہ بھی بینہ کے مفہوم میں شامل ہیں لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض اوقات گواہوں کے علاوہ دوسرے دلائل قوی تر ہوتے ہیں، مثلاً حالات وواقعات کی شہادت جو مدعی کے صادق ہونے کا ثبوت فراہم کرتی ہے۔ بعض اوقات گواہ کی گواہی سے قوی تر دلیل سمجھی جاتی ہے۔

عصر حاضر میں قرائنی شہادت کی اہمیت اوران کی شرعی حیثیت.

ا۔قرآن حکیم، احادیث نبوی، روایات وآثار اور فقہاء کی آراء سے واضح ہوتا ہے کہ شریعت اسلامی میں واقعات اور قرائن کے ذریعہ شہادت کو بڑی اہمیت حاصل ہے حضو ﷺ اور صحابہ کرام نے اس کی بنیاد پر فیصلے کئے ہیں، آج سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی کی وجہ سے قرائن میں غیر معمولی وسعت پیدا ہوگئی ہے اور واقعات کی صحت شہادتوں کی جانچ پرکھ، اثبات دعوی اور دعوی میں ان کی اہمیت بہت بڑھ چکی ہے بلکہ بعض اوقات ان کی شہادت عینی شہادتوں سے بھی زیادہ واضح درست قطعی اور یقینی ہو جاتی ہے اس لئے شریعت کے اصولوں کی روشنی میں نہ صرف ان سے استفادہ ضروری ہے بلکہ یہ عین منشا شریعت ہے تاکہ حقوق کا تحفظ اور جرائم کا انسداد ممکن ہو سکے۔

یہ امر ملحوظ رہے کہ بالخصوص حدود کے معاملے میں محض قرائن پر اکتفا کافی نہیں کیونکہ یہ عموماً مستقل اور فیصلہ کن ذریعہ ثبوت نہیں ہوتے اور حدود، شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں البتہ قرائن سے شہادت کو تقویت ملتی ہے جس سے عدل وانصاف کا حصول ممکن ہو جاتا ہے اس لئے ہماری رائے میں حدود کے معاملے میں اگر شہادت کا مقرر کردہ نصاب مکمل نہ ہو مگر قرائنی شہادت دستیاب ہو تو جرائم کے انسداد کے لئے ضروری ہے کہ تعزیری سزا ضرور دی جائے اور جہاں قرائن انتہائی قطعی اور یقینی ہو وہاں حد جاری کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ بعض احادیث وآثار میں قرائن کے اعتبار سے متعلق اختلاف کی وجہ ان قرائن کی قطعیت اور ظنیت ہے، بعض دفعہ قرائن کی دلالت قوی ہوتی ہے اور وہ قطعی اور یقینی ذریعہ ثبوت ہوتے ہیں وہاں شارع نے ان کا اعتبار کیا ہے جیسے شراب کی بو اور نشہ وغیرہ۔ اور بعض دفعہ قرائن کی دلالت ضعیف ہوتی ہے اس لئے محض ظن کی بنیاد پر ان کا اعتبار نہیں کیا جاتا جیسا کہ

مدینہ کی بدکار عورت کے متعلق آپ ؐ نے قطعی اور یقینی ثبوت میسر نہ آنے کیوجہ سے محض ظن کی بنیاد پر حد رجم جاری نہیں فرمائی۔

فقہاء قرائن سے ایسی دلالت مراد لیتے ہیں جو ظن کا فائدہ دیتی ہو یا ایسی علامت جو حد یقین تک پہنچنے والی ہو۔

حدود میں قرائنی شہادت کی مثالیں، زنا میں قرائنی مثالیں:

جدید سائنسی ترقی کے نتیجے میں یہ ممکن ہو چکا ہے کہ کسی عورت کے متعلق یہ فیصلہ کیا جاسکے کہ اس نے زنا کیا ہے یا نہیں؟ مرد و عورت کے مواد کے ذریعہ جو کپڑوں کے ساتھ لگا ہو تجزیہ کر کے بتایا جاتا ہے کہ انہوں نے بدکاری کی ہے یا نہیں۔ ویڈیو کیمروں کے ذریعے ان کے بلیو پرنٹ نکالے گئے ہوں تو یہ بھی جرم زنا کے اثبات کے لئے ایک قرینہ ہے (اگر چہ اس مقصد کے لئے ویڈیو کیمرہ کا استعمال جائز نہیں)۔

مگر اسے قطعی قرینہ نہیں کہا جاسکتا ہے کیونکہ اس میں بھی دھوکے کا احتمال ہے البتہ دیگر شواہد کے ساتھ اس قرینہ سے شہادت کو تقویت مل سکتی ہے۔

بعض اوقات کسی عورت کے ساتھ جبر أزیادتی کی جاتی ہے اور ثبوت کیلئے کوئی گواہی موجود نہیں ہوتی اور نہ ہی عورت کے لئے یہ ممکن ہوتا ہے کہ وہ زیادتی کرنے والے کے خلاف گواہ پیش کر سکے۔ اگر چہ اس کی مجبوری کی بناء پر شریعت نے اسے حد سے مستثنیٰ ٹھہرایا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ جبر أزیادتی بھی تو بہت ظلم ہے اور کتنی ہی عورتیں ہیں جن کے ساتھ جبر أزیادتی ہوتی ہے اور گواہ موجود نہ ہونے کیوجہ سے بدکار مرد سزا سے بچ جاتا ہے۔ چند ماہ قبل پنجاب میں ایک کالج کی لڑکی کے ساتھ بااثر لوگوں نے جبر أزیادتی کی۔ مجرم گواہ نہ ہونے کیوجہ سے بَری ہوئے اور لڑکی نے انصاف نہ ملنے کی وجہ سے اور مجرموں کی طرف سے دھمکیوں کے موصول ہونے کیوجہ سے خودکشی کر لی۔

اس طرح کے متعدد واقعات روز بروز پیش آتے ہیں ان حالات میں کیا عینی شہادت پر ہی اکتفا ہونا چاہئے؟ یا اگر قرائن و واقعات سے جرم ثابت ہو تو مجرم کو سزا ملنی چاہیئے، یہ مسئلہ اس دور میں اہل علم کی خصوصی توجہ کا طالب ہے اگر شریعت کا منشاء عدل کا قیام اور دفع ظلم ہے تو ہمارے خیال میں ان قرائن کی بنیاد پر مجرم کو ضرور سزا ملنی چاہئے۔ چاہے وہ تعزیری ہی کیوں نہ ہو۔ زنا عموماً رضامندی سے ہوتا ہے اور عہد نبوی میں تقریباً باہمی رضامندی سے کئے جانے والے اس عمل پر رجم کی سزائیں دی گئیں۔ اور قرآن حکیم نے بھی چار گواہوں کی شرط ٹھرائی۔ لیکن جہاں کسی عورت سے جبر أزیادتی کی گئی ہو اور وہ مدعی بھی ہو تو ظاہر ہے کہ اس کے لئے چار گواہ لانا ممکن نہیں ہے اس صورت حال میں ظلم کے انسداد، عورتوں کے حقوق کے تحفظ اور ثبوت دعوی کے لئے قرائن وغیرہ پر ہی اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

جدید دور میں DNA ٹیسٹ کے ذریعے بچے کی ولدیت کے بارے میں بتایا جاسکتا ہے کہ وہ کس کا بچہ ہے؟ اگر کسی عورت پر بدکاری کا الزام ہو اور اُسے کسی مرد کے ساتھ متہم کیا جائے تو پیدا ہونے والے بچے کی ولدیت کی حقیقت اس ٹیسٹ کے ذریعے معلوم کی جاسکتی

ہے۔ اسی طرح اگر کوئی عورت کسی مرد پر زیادتی کا الزام لگائے اور اسے حمل ٹھہر جائے تو نومولود اور متہم شخص کے ٹیسٹوں سے اصلیت معلوم کی جاسکتی ہے۔

بعض اوقات قرائن انتہائی قطعی اور یقینی ہوتے ہیں وہاں عینی شہادتوں کو بھی جوان کے بالمقابل ہوں رد کیا جاسکتا ہے مثلاً اگر چار گواہوں نے شہادت دی کہ فلاں عورت نے زنا کیا اور معائنہ کے بعد قابل اعتماد عورتوں نے بتلایا کہ یہ کنواری ہے تو نہ عورت پر زنا کی حد واجب ہوگی نہ گواہوں پر حد قذف لگائی جائے گی۔

اسی طرح ملزمہ کے متعلق میڈیکل رپورٹ جس سے ثابت ہوسکے کہ وہ کنواری ہے اور ان ڈاکٹروں کی طرف سے جاری ہوا ہو جن کے تقوی اور تدین پر اعتماد کیا جاسکتا ہے اور وہ رپورٹ عینی شہادتوں کے برخلاف ہو تو یہ ایک قرینہ قاطعہ ہے جسے شہادتوں کے برخلاف قبول کرنا چاہئے۔

فقہاء ارتکاب زنا میں کنواری غیر شادی شدہ عورت کے حاملہ ہونے کو یا شادی شدہ عورت کے شادی کے چھ ماہ کی مدت سے قبل بچہ جننے کو معتبر قرینہ خیال کرتے ہیں، اور حضرت عمرؓ نے ایسی عورت پر اسی قرینہ کی بناء پر حد جاری کی تھی، جس کا حوالہ سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے۔ اگرچہ امام ابوحنیفہ اس قرینہ کا اعتبار اس وقت کرتے ہیں جب کہ عورت سے زنا کا اقرار کروایا جائے۔ ممکن ہے اس کے ساتھ جبراً زیادتی ہوئی ہو یا شبہ میں مباشرت ہوگئی ہو، لیکن اگر حالات وقرائن سے اس کی نفی ہوتی ہو اور رضامندی سے بدکاری ثابت ہوتی ہو تو کم از کم تعزیری سزا ضرور ملنی چاہئے۔ زنا کی سزا چونکہ بہت سخت ہے اس لئے جمہور فقہاء عینی شہادت کو ضروری قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک اگر حاکم نے بچشم خود بھی زنا کا مشاہدہ کیا ہو تو وہ اپنے علم ومشاہدے کی بنیاد پر مقدمے کا فیصلہ نہیں کرسکتا کیونکہ قرآن حکیم میں چار آدمیوں کی گواہی کا ذکر ہے اور حضرت ابوبکرؓ سے مروی ہے کہ اگر کسی کو اپنی آنکھوں سے بھی موجب حد جرم کا ارتکاب کرتے دیکھوں تب بھی اس وقت تک اپنی طرف سے حد جاری نہیں کرسکتا جب تک میرے سامنے اس کا ثبوت نہ آجائے۔ اسی طرح حضور اکرم ﷺ مدینہ کی ایک عورت کو اس کے مشکوک حرکتوں کی بناء پر بدکار سمجھتے تھے مگر ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے اسے رجم کرنے سے گریز کیا۔ گویا زنا کی سزا کے لئے قطعی اور یقینی ثبوت ضروری ہے جو عینی گواہوں کے ذریعہ ممکن ہے تاہم قرائن تو یہ تعزیری سزاؤں کے جاری کرنے میں معاون ثابت ہوسکتے ہیں۔

شراب نوشی میں قرائنی شہادت:

سابقہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ نے شراب کی بو اور نشہ کی حالت میں ہونے پر حد جاری کردی تھی۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بھی شراب کی بو آنا اور نشہ کی حالت حد جاری کرنے کیلئے واضح قرینہ ہے (۴۶)۔ اور اگر دو گواہ گواہی دے کہ انہوں

نے ملزم کو نشہ کی حالت میں پایا اور اس وقت اس کی منہ سے شراب کی بو آ رہی تھی تو امام صاحب کے نزدیک ملزم پر حد جاری ہوگی (۴۷)۔

موجودہ دور میں اس سے بھی واضح اور قطعی قرینہ ملزم کے پیٹ سے حاصل ہونے والے مواد کا کیمیاوی تجزیہ (Chemical Examination) کے ذریعے اس مواد کا تجزیہ کر کے فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ آیا ملزم نے شراب پی ہے یا نہیں، یہ شہادت عینی شہادت سے بھی زیادہ یقینی ثابت ہوسکتی ہے۔

سرقہ میں قرائنی شہادت:

فقہاء کے نزدیک مال مسروقہ کا ملزم سے برآمد ہونا اثبات جرم کیلئے واضح قرینہ ہے۔موجودہ دور میں چوری کا سراغ لگانے کیلئے جدید وسائل سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے، اوران کی شہادت قرائنی شہادت کہلائے گی۔ مثلاً کوئی شخص قیمتی ہیرا یا موتی وغیرہ چرا لیتا ہے اور پکڑنے کے اندیشے سے اسے نگل لیتا ہے تو ایکسریز یا الٹرا ساؤنڈ کے ذریعے سے بآسانی پیٹ میں دیکھا جاسکتا ہے اوران سے حاصل ہونے والی شہادت عینی گواہی سے زیادہ قطعی اوریقینی ہے۔ واضح رہے کہ شریعت میں چوری کا مقدمہ دو گواہوں کی شہادت یا ملزم کے اقرار سے ثابت ہوتا ہے (۴۸)۔

اسطرح ملزم کے ہاتھوں کے نشانات یا پاؤں کے نشانات یا بال وغیرہ جو جائے واردات سے دستیاب ہوں تو ماہرین ان کے تجزیے سے اصل مجرم کا سراغ لگا سکتے ہیں، کیونکہ ہر انسان کے ہاتھوں کی لکیریں انگوٹھے کے نشانات دوسرے سے مختلف ہیں، اسی طرح بدن کے بال بھی دوسرے سے مختلف ہیں، ماہرین اگر جائے واردات سے حاصل شدہ نشانات اور بالوں وغیرہ کا تجزیہ ملزم کے ہاتھ پاؤں کے نشانات اور بالوں سے کر کے مکمل مماثلت دیں تو یہ بھی ایک واضح قرینہ ہوسکتا ہے۔ اہم مقامات پر جہاں لوگوں کا زیادہ ہجوم ہو کیمرے فٹ کئے جاتے ہیں اور سکرین پر لوگوں کی حرکات وسکنات کا جائزہ لیا جاتا ہے سکرین پر اگر کوئی شخص چوری کرتا نظر آئے تو اس کے خلاف شہادت بمنزلہ عینی شہادت کے ہونی چاہئے۔

جدید دور میں سراغ رساں تربیت یافتہ کتوں کی مدد لی جاتی ہے جو مقام واردات سے ملزم کی رہ جانے والے کپڑے جوتے یا کسی دوسری استعمال شدہ چیز کو سونگھ کر اصل مجرم تک پہنچ کر اس کی نشاندہی کر دیتے ہیں اسے بھی مکمل طور پر نظرانداز نہیں کیا جاسکتا بلکہ دیگر شواہد کے ساتھ یہ قرائن مل کر اثبات جرم کا قطعی اوریقینی ذریعہ بن جاتے ہیں۔

قتل میں قرائنی شہادت:

فقہاء نے قتل کے معاملے میں قرائن کا لحاظ کیا ہے۔مثلاً کوئی شخص خالی مکان سے اس حال میں باہر نکلا کہ اس کے ہاتھ میں خون آلود چھری تھی اور وہ گھبرایا ہوا تھا اور اسی وقت گھر میں ایک ذبح شدہ شخص پڑا دیکھا گیا۔تو اس میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ وہی قاتل ہے جو

مکان سے نکلا۔ اس صورت میں محض وہمی باتوں کی طرف توجہ نہیں دینی چاہیے ممکن ہے شخص مذبوح نے خودکشی کر لی ہو۔

موجودہ دور میں قتل کی سراغ رسانی کے لئے جدید آلات وذرائع سے بھی کام لیا جا سکتا ہے اور ان کے ذریعے مجرم کی نشاندہی بآسانی ہو جاتی ہے۔ مثلاً پوسٹ مارٹم کے ذریعے موت کا سبب دریافت کیا جا سکتا ہے کہ میت کی موت طبعی ہے یا حادثاتی۔ نیز اس کی موت زہر خوردنی کے ذریعے ہوئی ہے یا تشدد وازیت سے البتہ صحیح اور درست رپورٹ حاصل کرنے کیلئے ماہر اور متدین قابل اعتماد سرجن میت کے پوسٹ مارٹم میں شریک ہوں۔ لیبارٹری میں میت کے خون کے تجزیے سے بہت سے حقائق سامنے آسکتے ہیں آلہ قتل دستیاب ہونے کی صورت میں ہر قسم کی انگلیوں کے نشانات سے بھی ملزم تک پہنچا جا سکتا ہے اگر قتل کے دوران کسی نے تصویر اتاردی تو قتل کی نشاندہی کیلئے یہ بھی واضح ثبوت ہے بشرطیکہ دیگر ذرائع سے بھی اس کی تائید ہوتی ہو اور فوٹو تکنیک میں جعلسازی کا اندیشہ نہ ہو، اسطرح قاتل اور مقتول کے درمیان وقوعہ قتل سے پہلے کسی قسم کی لڑائی جھگڑا ہوا ہو اور ان آوازوں کو جن میں مقتول کی چیخ شامل ہو بذریعہ ٹیپ ریکارڈ ٹیپ کر لیا گیا ہو اور آواز کے ماہرین تصدیق کرلیں تو ان کی رائے کو بطور شہادت تسلیم کیا جانا چاہئے۔

مندرجہ بالا بحث سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ جرائم کی تفتیش میں محض گواہوں پر انحصار نہیں کرنا چاہئے تمدنی ترقی نے قرائن کا دائرہ بڑا وسیع کر دیا ہے جرائم کی تفتیش حقوق کے تحفظ اور انسداد ظلم کے لئے ان کی شہادت بڑی اہمیت کی حامل ہے اور ان کو نظر انداز کرنا کسی صورت میں شریعت کا منشاء نہیں بلکہ اس کے مقاصد کو نقصان پہنچانا ہے۔

۲۔ اگر چہ قرآن حکیم اور احادیث نبوی میں سچی گواہی دینے کی ہدایت اور تاکید کی گئی ہے اور گواہی چھپانے سے منع کیا گیا ہے(۵۰)۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ اس زمانہ میں تقوی ودیانت کا وہ معیار نہیں رہا جو عہد نبوت یا قرون اولی کا خاصہ تھا۔ موجودہ حالات میں سچی گواہی اس لئے بھی مشکل ہو چکی ہے کہ گواہ عدم تحفظ کا شکار ہوتے ہیں انہیں حکومت کی طرف سے کسی قسم کا تحفظ فراہم نہیں ہوتا اور بعض اوقات سچی گواہی کے صلہ میں جان سے بھی ہاتھ دھونے پڑتے ہیں اس لئے گواہی دینے سے عموماً احتراز کیا جاتا ہے ان حالات میں جبکہ سچی گواہی مفقود ہو یا اس کے راستے میں رکاوٹیں ہوں تو زیادہ تر اعتماد قرائن ہی پر کیا جائے گا۔ اس اعتبار سے بھی قرائن کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔

۳۔ عہد نبوت میں زنا کی سزا صرف مجرم کے اقرار پر لگائی گئی نہ کہ گواہوں کی شہادت پر کیونکہ جرم زنا کے اثبات کیلئے چار عینی شہادتوں کا میسر آنا تقریباً ناممکن ہے اس بناء پر بھی کہ گواہی میں ذرا سے اشتباہ کی بناء پر وہ خود حد قذف کے مستحق ٹھہرتے ہیں ان حالات میں قرائن پر اعتماد مزید بڑھ جاتا ہے اگر چہ محض قرائن پر حد زنا جاری نہیں کیا جا سکتا البتہ تعزیری سزا ان حالات میں دی جا سکتی ہے۔

۴۔ جرائم کے ثبوت میں عینی شہادتیں میسر نہ ہونے کی صورت میں اگر قرائن کو نظر انداز کر دیا جائے تو محض اقرار پر اکتفا کرنا پڑے گا۔ اور جرائم کی تفتیش سے متعلق افراد اور ادارے اعتراف کروانے کیلئے جبر وتشدد کا راستہ اختیار کریں گے اور یہ صورت حال عدل وانصاف

کے راستے میں بہت بڑی رکاوٹ ہے اس بناء پر حنابلہ میں ابن قیم اور احناف میں سے ابن غرس نے قرائن کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے اور حدود میں بھی ان کی شہادت کا اعتبار کیا ہے۔ جدید تمدنی زندگی میں جرائم کی تفتیش میں ان کی اہمیت پہلے سے زیادہ ہوگئی ہے اس لئے ہمیں اپنے نظام شہادت میں اسلامی اصولوں کی روشنی میں عصر حاضر کے تمدنی نظام کے تقاضوں کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے۔اگر ہم ان تقاضوں کا ساتھ نہیں دیں گے۔اور شہادت کے قدیم طریقوں پر اکتفاء کریں گے۔تو اس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کسی شکل میں نہیں ہوگا کہ عوام دین اسلام کو ایک فرسودہ دین خیال کرتے ہوئے آہستہ آہستہ اس سے متنفر اور بے زار ہو جائیں اور یہ دین عملی زندگی میں عضو معطل بن کر رہ جائے گا۔اور اپنی افادیت کھودے گا حالانکہ یہ اس کی خوبی ہے کہ ہر دور کے تقاضوں کا بخوبی ساتھ دے سکتا ہے۔ اس لئے ہمیں اسلامی نظام کے نفاذ اور قانون اسلامی کی تدوین میں جدید دور کے تقاضوں اور معاشرتی تبدیلیوں کو بھی سامنے رکھنا ہوگا۔ اور شریعت کے مقاصد واہداف اور اس کے علل وحکم پر بھی اپنی توجہ مرکوز کرنا ہوگی۔

ان معروضات کی حیثیت محض ایک رائے کی ہے نہ کہ فتوئ کی اور نہ ہی راقم کو ان معروضات کی صحت پر اصرار ہے۔اس اہم مسئلہ کی طرف اہل علم کو متوجہ کرنے کیلئے اس بحث کا آغاز کیا گیا ہے امید ہے اہل تحقیق اسلامی نظام شہادت کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کیلئے اس اہم موضوع کو اپنی بحث وتحقیق کا ہدف بنائیں گے تاکہ کسی متفقہ موقف تک پہنچنے کیلئے ان کی آراء سے استفادہ کیا جاسکے۔

بسلسلہ جدید فقہی تحقیقات

جامعۃ المرکز الاسلامی کی ایک اور عظیم تاریخی تحقیقی اور علمی پیشکش

(امام ابوحنیفہ کی محدثانہ حیثیت)

باہتمام ونگرانی: مولانا سید نصیب علی شاہ الہاشمی

ترتیب: مفتی نعمت اللہ حقانی

جس میں امام ابوحنیفہؒ کی تابعیت، ثبوت، روایت، صحابہ کرام سے سماع، علم حدیث میں مقام ومرتبہ، اکابر ائمہ کے السنہ سے امام کے حق میں مدحیہ اقوال اور محسنہ کلمات، امام ابوحنیفہ پر طعن واعتراضات کا تحقیقی جائزہ اور علمی محاسبہ، امام ابوحنیفہ بحیثیت ایک عظیم مصنف، مسانید تصنیفات وتالیفات، کتاب الآثار اور اسکے نسخے ''تعلیقات وتشریحات'' فقہ حنفی کی ترجیحات اور امتیازی خصوصیات اور موضوع سے متعلق دیگر اہم مضامین شامل ہیں۔اہل ذوق کو اطلاعاً عرض ہے کہ کتاب محدود تعداد میں چھپے گی۔ پہلے سے اپنی کاپی محفوظ کرلیجئے۔

برائے رابطہ: دفتر جامعہ المرکز الاسلامی پوسٹ بکس نمبر 33 بنوں صوبہ سرحد

فون نمبر:0928-310353 فیکس:310355